بینک ڈپازٹس کی شرعی حیثیت

The shariah merit of bank deposits

*کوثر علی

**ڈاکٹر عبدالغفور بلوچ

ABSTRACT

Alhamdulillah, Islam is an international religion and ample guidance to spend life.

The Islamic scholars have divided Islam into five fundamental branches.

1. Belief 2. Character 3. Worship of ALLAH 4.Dealings & transactions 5.Social conduct.

There are detailed rulings of all the five branches in the Holy Quran and Sunnah.

Today the matters relating to dealings and transactions are in need of detailed research because we are in modern era of changes and industrial revolution, the mutual relations of different countries, the international trade orders and many new shapes of the banking system are some factors that lead to need of derivation and Ijtihad in financial matters.

All praises are for Allah. It's a cause of happiness to know that along with our beloved country Pakistan, all over the world, the trend of Islamic banking is growing day by day, because of which not only are new Islamic banks and financial institutions being founded but also the present commercial banks are opening sectors of Islamic banking.

This change as it points to the awakening of the Muslims that they are now not just confining their religion to the mosques but are implementing it in all sectors of life, it also points to the fact that Islam in the in the only religion that even after 14 centuries, it today is as capable of being followed as it was in the past, It comprises of all instructions relating to the changes that occur in all eras, and is fully capable of being a guide for man at any time.

This composition is a brick to this work. The Sharia standers of bank deposits have been discussed in the light of jurisprudence in this composition, both the deposits of Islamic and conventional banks have been discussed .

We pray to Allah for the acceptance of this work, and to make it credit in the hereafter for me, my parents and teachers.

....

**ریسرچ، سکالر پی ایچ ڈی, وفاقی اردو یونیورسٹی عبدالحق کیمپس کراچی

**سپروائز, دینی عملہ معارفِ اسلامیہ، فیڈرل اردو یونیورسٹی عبدالحق کیمپس کراچی

الحمد للہ دین اسلام ایک عالمگیر دین اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، محققین علماء نے دینِ اسلام کے بنیادی طور پر پانچ بڑے اور اہم شعبے بیان فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔عقائد ۲۔عبادات، ۳۔معاملات، ۴۔معاشرت، ۵۔اخلاق

قرآن وسنت میں مذکورہ تمام شعبوں کے بارے میں مکمل اور تفصیلی احکام موجود ہیں۔مذکورہ شعبوں میں سے معاملات کے مسائل عصرِ حاضر میں کافی تحقیق طلب ہیں کیونکہ عصرِ حاضر تغیرات اور تبدیلیوں کا دور ہے، صنعتی انقلابات، مختلف ممالک کا باہمی ربط، تجارت کا بین الاقوامی نظام، تجارت اور معاملات کی نت نئی صورتیں ،بینکاری کا نظام یہ وہ تمام اسباب ہیں جن کی وجہ سے مالی معاملات میں غور وفکر اور اجتہاد واستنباط کی ضرورت ہے۔

الحمد للہ یہ بات باعثِ مسرت ہے کہ وطنِ عزیز پاکستان سمیت دنیا بھر میں اسلامی بینکاری کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے جس کے نتیجے میں نہ صرف نئے نئے اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے قائم ہورہے ہیں بلکہ پہلے سے موجود کمرشل بینک بھی اپنے ہاں اسلامی بینکاری کے شعبے قائم کررہے ہیں۔

یہ تبدیلی جہاں ایک طرف مسلمانوں کی بیداری کا پیغام دے رہی ہے کہ اب مسلمان اپنی زندگیوں میں اسلام کو صرف مسجد ومحراب تک محدود رکھنے کے بجائے اپنے معاملات کے تمام شعبوں میں نافذ کرنے کے لئے تیار ہوچکے ہیں وہاں دوسری طرف اس بات کی طرف بھی غمازی کررہی ہے اسلام وہ واحد دینِ حق ہے جو چودہ صدیاں گذرنے کے بعد آج بھی اس طرح قابل عمل ہے جس طرح زمانۂ ماضی میں لائق اتباع تھا،یہ ہر زمانے میں ہونے والی تبدیلیوں کے پورے احکام اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور ہر دور کے انسانوں کی رہنمائی کرنے کی پوری صلاحیت رکھتاہے۔

زیرِ نظر مضمون بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی اور کاوش ہے اس مضمون میں بینک ڈپازٹس کی شرعی حیثیت کے بارے میں فقہی لحاظ سے تفصیلی بحث کی گئی ہے،اس مضمون میں دونوں قسم کے بینکوں یعنی سودی اور غیر سودی بینکوں کے ڈپازٹس کی شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے۔

بینک ڈپازٹس کی شرعی حیثیت

عام روایتی بینکوں میں بینک ڈپازٹس کی شرعی حیثیت اسلامی بینکوں کے بینک ڈپازٹس شرعی کی حیثیت سے مختلف ہے،لہذا دونوں قسم کے بینکوں کے ڈپازٹس کی شرعی حیثیت الگ الگ بیان کی جائے گی۔

عام روایتی بینکوں کے بینک ڈپازٹس کی شرعی حیثیت افکس ڈپازٹ کی شرعی حیثیت:

واضح رہے کہ فکس ڈپازٹ میں رکھوائی جانے والی رقوم کی شرعی حیثیت قرض کی ہے جیسا کہ اس پر علماء فقہ کا اتفاق ہے، خواہ فریقین کے درمیان ودیعت کے الفاظ استعمال ہوں یا قرض کے الفاظ استعمال ہوں کیونکہ فقہی قاعدہ کے مطابق معانی اور مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے، الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ ودیعت میں صرف حفاظت مقصود ہوتی ہے جبکہ یہاں صراحتاً رقوم کے استعمال کی اجازت ہوتی ہے اور استعمال کے ذریعے وہ رقوم باقی نہیں رہتی لہذا یہ عقد قرض ہے جس کی وجہ سے بینک رقوم کا مالک ہے اور اس کے قرض ہونے کی دو دلیلیں ہیں:

پہلی دلیل: اس کے قرض ہونے کی یہ ہے کہ اس ڈپازٹ میں رقم واپس نکالنے کے لئے مدت مقرر کی جاتی ہے۔

دوسری دلیل: اس میں رقم رکھوانے سے بینک کی جانب سے رقم رکھوانے والے کو فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ یہ دونوں دلیلیں درحقیقت اس رقم کے قرض ہونے کے اہم قرینے ہیں، قطع نظر اس بحث سے کہ قرض میں مدت مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور رقم رکھوانے والے کو سود کی شکل میں جو فائدہ حاصل ہو رہا ہے وہ حرام ہے۔[1]

۲ کرنٹ اکاؤنٹ کی شرعی حیثیت:

کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی جانے والی رقوم کی شرعی حیثیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ ودیعت ہے یا قرض؟ اس بارے میں دو رائے ہیں۔

پہلی رائے: یہ ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم حقیقی ودیعت ہے[2] اور اس کے ودیعت ہونے کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱ اکاؤنٹ ہولڈر کو اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے بینک سے اپنی پوری رقم نکلوالے اور وہ کسی شرط کا پابند بھی نہیں ہوتا، لہذا یہ حقیقی ودیعت ہے کیونکہ مودِع جب چاہے وہ اپنی ودیعت واپس لے سکتا ہے۔

۲ وجہ اسکی یہ ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے والے کی کبھی بھی یہ نیت نہیں ہوتی کہ بینک کو سرمایہ کاری میں جو منافع یا سود ہوگا میں اس کے اندر شریک ہو رہا ہوں بلکہ وہ صرف حفاظت کی نیت سے بینک میں رقم رکھواتا ہے، لہذا جب اس کا مقصد بینک کو قرض دینا نہیں، تو اس رقم کو قرض کا نام دینا ٹھیک نہیں۔

۳ یہ ہے کہ بینک بھی اس ڈپازٹ میں قرض کے طور پر رقم وصول نہیں کرتا کیونکہ بینک اس کی حفاظت کے لئے اُجرت لیتا ہے لہذا اگر قرض ہے، تو پھر بینک اس کی حفاظت کے لیے اُجرت کیوں وصول کر رہا ہے؟

۴ وجہ یہ ہے کہ بینک اس ڈپازٹس کے رقوم میں تصرف کے حوالے سے شدید احتیاط کرتا ہے، کیونکہ بینک اس کو ودیعت سمجھتا ہے۔

۵ وجہ یہ ہے کہ جب اکاؤنٹ ہولڈر رقم واپس طلب کرتا ہے، تو بینک فوری طور پر واپس کر دیتا ہے جیسا کہ ودیعت

طلب کرتے وقت فوری طور پر واپس کر دی جاتی ہے۔

کرنٹ اکاؤنٹ کے ودیعت ہونے پر پہلا اعتراض:

کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم کے ودیعت ہونے پر یہ اعتراض ہے کہ بینک کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھی جانے والی رقم کو بھی دوسری رقومات کے ساتھ خلط ملط کر دیتا ہے اور اس کو اپنی ضروریات میں بھی استعمال کر لیتا ہے، لہذا اگر یہ ودیعت ہو، تو بینک کے لئے اس کو مخلوط کرنا اور اس کو استعمال کرنا کس طرح درست ہے؟

جواب: یہ ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ کے رقم کو مخلوط کرنا اور اس کو استعمال کرنا اس کو امانت ہونے سے خارج نہیں کرتی اس لئے کہ عرفاً بینک کا یہ تصرف مالک کی اجازت سے ہوتا ہے اور مالک کی اجازت سے امانت میں تصرف کرنا جائز ہے اور اس تصرف کے نتیجے میں وہ رقم امانت ہونے سے نہیں نکلے گی، چنانچہ مالکیہ مذہب میں مثلی ودیعت میں تصرف فقط مکروہ ہے حرام نہیں بشرطیکہ ودیع مالدار ہو اور ودیعت دراہم ودنانیر یا رائج کرنسی ہو بلکہ مالکیہ میں سے اشہب کا مذہب یہ ہے کہ دنانیر ودراہم میں مکروہ نہیں ہے اور عقد ودیعت کے باقی رہتے ہوئے وہ ودیع پر مثل کی ادائیگی واجب کرتے ہیں، چنانچہ مواق نے شرح خلیل میں باجی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

اختلف فی جواز التسلّف من الودیعة بعد إذن ربها ففی المعونة أنّه مکروه وفی العتیبة عن مالک ترکه أحب اليّ وقد أجازه بعض فروجع فی ذلک فقال: ان کان له مال فیه وفاء و أشهد فأرجو أن لا بأس به :الباجی وهذا فی الدنانیر والدراهم ووجه الجواز اذا قلنا ان الدنانیر والدراهم لا تتعین کأنّه لا مضرة علی المودع فی انتفاع المودع بها اذا ردّ مثلها وقد کان له أن یرد مثلها ویتمسک بها مع بقاء أعیانها و لأن المودع قد ترک الانتفاع بها مع القدرة فجاز للمودع الانتفاع به ویجری فی ذلک مجری الانتفاع بظل حائطه وضوء سراجه.[3]

مالک کی اجازت کے بعد ودیعت قرض لینے میں اختلاف ہے "معونۃ" میں ہے کہ یہ مکروہ ہے اور "عتیبۃ" میں امام مالک سے منقول ہے کہ قرض نہ لینا مجھے زیادہ پسند ہے اور بعض نے اس کی اجازت دی ہے لہذا اس میں مراجعت کی گئی چنانچہ فرمایا: اگر ودیع کے پاس مال ہو جس کے ذریعے وہ ادائیگی کر سکے اور اس پر کسی کو گواہ بنائے، تو مجھے امید ہے کہ کوئی حرج نہیں اور یہ تفصیل دراہم و دنانیر میں ہے، جواز کی وجہ یہ ہے کہ دراہم ودنانیر متعین نہیں ہوتے، گویا کہ ودیع پر کوئی حرج نہیں جبکہ وہ ودیعت سے فائدہ اٹھائے اور اسکی مثل لوٹائے اور اس کو یہ حق ہے کہ وہ ودیعت کی مثل لوٹائے اور عین ودیعت کو روک لے اور اس لئے بھی جائز ہے کہ مالک نے قدرت کے باوجود اس سے فائدہ اٹھانا چھوڑ دیا، تو ودیع کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی دیوار کے سائے یا

چراغ کی روشنی سے فائدہ اٹھانا۔

مذکورہ عبارت وضاحت کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ علامہ باجی نے اشہب کا مذہب اختیار کیا ہے جو ودیعت کو بغیر کراہت کے بطور قرض لینے کو جائز سمجھتے ہیں بشرطیکہ ودیعت دراہم و دنانیر یا رائج کرنسی ہو، لہذا اس کے پیش نظر کرنٹ ڈپازٹ کی رقوم مالکیہ مذہب کے مطابق ودیعت اور امانت ہیں اور بینکوں کے لئے یہ امانتیں قرض کے طور پر دینا درست ہے اور اس تصرف کے باوجود یہ رقوم امانتیں ہی رہیں گی۔

کرنٹ اکاؤنٹ کے ودیعت ہونے پر دوسرا اعتراض:

کرنٹ اکاؤنٹ کے ودیعت ہونے پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر اس کی رقوم کو حقیقی ودیعت قرار دیا جائے، تو پھر اگر یہ ضائع ہو جائیں، تو پھر اس میں ضمان نہیں آنا چاہیئے اور اس صورت میں بینک کو عدمِ ضمانت کا موقع مل سکتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ رقوم تو امانت ہیں لہذا یہ ضائع ہونے کی وجہ سے اب ہم اس کا ضمان نہیں دے سکتے، تو اس صورت میں اکاؤنٹ ہولڈر کے نقصان کا ازالہ کس طرح ممکن ہو گا؟

جواب: یہ ہے کہ ودیعت ہونے کی صورت میں اگر مذکورہ نقصان کا خطرہ ہے اور اس دھوکہ دہی کے ذریعے بینک قانونی مؤاخذہ سے بچ سکتا ہے تو قرض ہونے کی صورت میں بھی اس طرح ہو سکتا ہے کہ بینک اپنے آپ کو دیوالیہ ظاہر کر دے تو جس نے قرض کے طور پر رقم رکھوائی ہے اس کی رقم کی وصولی نہیں ہو سکے گی کیونکہ بینک کہے گا کہ دیوالیہ ہو چکا ہوں، تو اب اس صورت میں اکاؤنٹ ہولڈر کے نقصان کا ازالہ کس طرح ممکن ہو گا؟ اب اس صورت میں جبکہ کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم قرض ہو، تو اکاؤنٹ ہولڈر دیگر قرضخواہوں کے ساتھ اپنی رقم کی وصولی میں شریک ہو گا، اس کے برخلاف اگر کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم کو ودیعت تسلیم کیا جائے، تو اکاؤنٹ ہولڈر دیگر قرضخواہوں سے مقدم ہو گا کیونکہ امانت کی ادائیگی قرض کی ادائیگی پر مقدم ہے۔ نیز پہلے اعتراض کے جواب میں آچکا ہے کہ جب اکاؤنٹ ہولڈر بینک کو رقم میں تصرف دیتا ہے، تو وہ بینک کے ذمہ قابلِ ضمان ہو جاتی ہے۔

کرنٹ اکاؤنٹ کی شرعی حیثیت کے بارے میں دوسری رائے:

کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم کی شرعی حیثیت کے بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ یہ عقدِ قرض ہے[4] اور اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل: روایت ہے کہ حضرت زبیر ابن عوامؓ کے پاس لوگ اپنی رقم امانت کے طور پر رکھوانے کے لئے آیا کرتے تھے اور اس سے ان کا مقصد حضرت زبیرؓ کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرنا نہیں ہوتا تھا بلکہ اپنی رقم کی حفاظت

مقصود ہوتی تھی لیکن حضرت زبیرؓ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس رقم لے کر آتا تو آپ اس سے اس رقم میں تصرف کی اجازت اس شرط کے ساتھ لیتے کہ یہ رقم میرے پاس مضمون قابلِ ضمان ہو گی اس اجازت اور شرط کے بعد اس رقم کو قبول فرماتے جب آنے والا شخص امانت کے نام سے رقم پیش کرتا تو آپ فرماتے یہ رقم امانت نہیں بلکہ قرض ہے، حضرت زبیرؓ نے اس معاملے کو عقد قرض فرمایا حالانکہ قرض دینے والوں کا مقصد اس قرض سے حضرت زبیرؓ سے تعاون کرنا نہیں تھا بلکہ اس قرض دینے سے صرف اپنے مال کی حفاظت مقصود تھی۔

بخاری شریف کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں: ان الرجل كان يأتيه بالمال فيستودعه اياه فيقول الزبيرؓ لا ولكنه سلف.[5] آدمی ان کے پاس مال لیکر آتا تاکہ ان کے پاس بطور امانت رکھوائے تو حضرت زبیرؓ فرمایا کرتے کہ نہیں بلکہ یہ قرض ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنے مال کی حفاظت کی نیت سے قرض دینا عقدِ قرض کے منافی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عقدِ قرض اگرچہ ایک عقدِ احسان ہے اس لئے کہ قرض دینے والا اپنی قرض دی ہوئی رقم سے زیادہ رقم کا مستحق نہیں ہوتا لیکن یہ عقدِ قرض ایک ایسا عقدِ مالی بھی ہے جس میں جانبین کا کوئی نہ کوئی مفاد ضرور ہوتا ہے چنانچہ کبھی قرض دینے والے کا مفاد یہ ہوتا ہے کہ اس قرض دینے کہ نتیجے میں اس کو آخرت میں اجر وثواب ملے گا جبکہ ضرورت مند لوگوں کو قرض دیا جائے اور قرض دینے کا مقصد ان کے ساتھ تعاون ہو اور کبھی یہ مفاد ہوتا ہے کہ قرض دینے کے نتیجے میں اس کی رقم قرض لینے والے کے ذمے مضمون ہو گی اور اس کے نتیجے میں یہ رقم محفوظ ہو جائیگی یہی وہ مفاد ہے جس کی وجہ سے آج کل لوگ اپنی رقمیں بینکوں میں رکھواتے ہیں اگر یہ مفاد نہ ہوتا، تو لوگ اپنی رقم حفاظت کے لیے بینکوں میں نہ رکھواتے اس سے ظاہر ہوا کہ رقم رکھوانے والے کا مقصد قرض دینا ہی ہے مگر چونکہ عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ اس غرض کیلئے بینک میں اس طرح قرض رکھوانے کے عمل کو فقہی اصطلاح میں اقراض قرض دینا کہا جاتا ہے اس وجہ سے وہ لوگ اس عمل کو اقراض نہیں کہتے جبکہ حقیقت میں یہ اقراض ہی ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ بینکوں میں رقم رکھوانے والے امانت، قرض، دین کے اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کو ان اصطلاحات سے کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔

عوام کو تو صرف اس رقم سے حاصل ہونے والے نتائج سے دلچسپی ہوتی ہے چنانچہ عام حالات میں بینک کے اندر رقم رکھوانے والا صرف اسی صورت میں رقم رکھوانے پر رضامند ہوتا ہے جب بینک اس رقم کی واپسی کی

ضمانت دے، لہذا اگر رقم رکھوانے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ میری یہ رقم بینک کے پاس امانت کی حیثیت سے رہے گی، اگر یہ رقم بینک سے چوری ہوگئی یا تعدی قواعد کے خلاف ورزی کی وجہ سے ضائع ہوگئی تو بینک یہ رقم واپس نہیں کریگا، تو اس صورت میں یہ شخص کبھی بھی اپنی رقم بینک میں رکھوانے پر رضامند نہیں ہوگا اور اگر بینک کی طرف سے یہ واضح اعلان نہ ہوتا یا بینکوں کے مروجہ عرف میں یہ بات معروف نہ ہوتی کہ جو شخص بھی بینک میں رقم رکھوائے گا، بینک اس کا ضامن ہوگا، تو اس صورت میں بینک میں رقم رکھوانے والے بہت سے لوگ بینکوں میں اپنی رقم نہ رکھواتے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خود رقم رکھوانے والے یہ چاہتے ہیں کہ ان کی رقم بینکوں میں مضمون رہے، یعنی اگر وہ ضائع ہو جائے تو بینک اس رقم کا ضامن ہوگا، صرف امانت کے طور پر وہ رقم بینک کے پاس نہ رہے، اس لئے کہ امانت کی رقم مضمون نہیں ہوگی البتہ قرض کی رقم مضمون ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہی لحاظ سے رقم رکھوانے والے کا مقصد بینک کو قرض دینا ہے، امانت رکھنا نہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس قرضہ دینے سے ان حضرات کا بنیادی مقصد بینک کو ضامن بنا کر اپنی رقم کا تحفظ حاصل کرنا ہے اپنی رقم کے ذریعے بینک کی ضروریات میں تعاون کر کے بینک کے ساتھ کوئی تبرع اور احسان کرنا مقصود نہیں ہے اور صرف اس مقصد کی وجہ سے یہ معاملہ قرض ہونے کی کیفیت سے خارج نہیں ہوتا۔

تیسری دلیل: یہ ہے کہ عقدِ قرض میں دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اپنا مال اس اجازت کے ساتھ دے کہ وہ جہاں چاہے اپنی ضروریات میں اس کو خرچ کرے بشرطیکہ قرض دینے والا جب کبھی بھی اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کریگا، تو قرض لینے والا اس مال کا مثل اس کو واپس کرے گا۔

۲ یہ ہے کہ وہ مال قرض لینے والے پر مضمون ہوگا یعنی اگر ضائع ہو جائے تب بھی اس کا مثل ادا کرنا پڑے گا۔

بینک میں رکھی جانے والی رقوم میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرض دینے والا اس قرض دینے سے قرض لینے والے پر احسان کرنے کا ارادہ کرے کہ اس قرض دینے سے میرا مقصد اس کی ضروریات میں تعاون کرنا ہے، تو یہ مقصد کسی رقم کے قرض ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے، قرض کے بعض معاملات میں یہ مقصد پایا جاتا ہے اور بعض میں نہیں پایا جاتا، لہذا اس مقصد کے پائے جانے یا نہ پائے جانے سے کسی رقم کے قرض ہونے یا نہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔[6]

ان وجوہات کی تردید جن کی بناء پر کرنٹ اکاؤنٹ کو ودیعت کہا گیا:

جن علماء نے کرنٹ اکاؤنٹ کی رقوم کو ودیعت قرار دیا ہے انہوں نے اس کی پانچ وجوہات ذکر کی ہیں جو اس سے پہلے بیان کی جاچکی ہیں لہذا اب ان وجوہات کی تردید حسب ذیل ہے۔

پہلی وجہ کی تردید: پہلی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ کے ہولڈر کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے بینک سے اپنی رقم نکلوالے، لہذا یہ ودیعت ہے کیونکہ اس میں مودِع کو اختیار ہوتا ہے کہ جب چاہے وہ ودیعت واپس مانگ لے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرض میں بھی جب چاہے قرضخواہ اپنی رقم واپس مانگ سکتا ہے اور مقروض پر لازم ہے کہ قرضخواہ کے مطالبہ کے وقت اس قرض کو واپس کرے چنانچہ حنفیہ کے نزدیک قرض میں مدت مقرر کرنے سے وہ قرض اس مدت کے ختم ہونے تک مؤجلمؤخر نہیں ہوگا بلکہ اس مدت کی انتہاء سے پہلے بھی مقروض سے قرضخواہ اپنا قرض طلب کرسکتا ہے چنانچہ درمختار میں مذکور ہے۔

ولزم تأجيل كلّ دين إلا القرض فلا يلزم تأجيله.[7]

ہر دین کی مدت مقرر کرنا لازم ہے سوائے قرض کے کہ اس کی مدت مقرر کرنا لازم نہیں ہے۔

اور درمختار کی شرح ردالمختار میں مذکور ہے۔

قوله فلا يلزم تأجيله أى أنه يصح تأجيله مع كونه غير لازم فللمقرض الرجوع عنه لكن قال فى الهداية فان تأجيله لا يصح لأنه إعارة وصلة فى الابتداء حتى يصح بلفظ الاعارة ولا يملكه من لا يملك التبرع كالوصىّ والصبىّ ومعاوضة فى الانتهاء فعلى اعتبار الابتداء لا يلزم التأجيل كما فى الاعارة اذ لا جبر فى التبرع وعلى اعتبار الانتهاء لا يصح لأنه يصير بيع الدراهم بالدراهم نسيئة وهو ربا ومقتضاه أن قوله لايصح على حقيقته لأنه إذا وجد فيه مقتضى عدم اللزوم وعدم الصحة وكان الأول لا ينافى الثانى لأن مالا يصح لا يلزم وجب اعتبار عدم الصحة ولهذا علل فى الفتح لعدم الصحة أيضا بقوله :ولأنه لو لزم كان التبرع ملزما على المتبرع و يؤيده ما فى النهر عن القنيه التأجيل فى القرض باطل.[8]

قرض کی مدت مقرر کرنا لازم نہیں ہے یعنی اس کی مدت مقرر کرنا درست ہے لیکن یہ لازم نہیں ہے لہذا قرضخواہ کے لئے اس مدت کے مقرر کرنے سے رجوع جائز ہے لیکن ہدایہ میں کہا ہے کہ قرض کی مدت مقرر کرنا درست نہیں ہے کیونکہ قرض ابتداء میں عاریت ہے اس وجہ سے یہ عاریت کے الفاظ سے درست ہے اسی وجہ سے اس شخص کو قرض دینے کا حق نہیں جو احسان کرنے کا مجاز نہیں جیسے وصی اور نابالغ بچہ اور یہ قرض انتہاء کے لحاظ سے معاوضہ ہے لہذا ابتداء کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی مدت مقرر کرنا درست نہیں جیسا کہ عاریت میں درست نہیں ہے کیونکہ احسان میں کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا اور قرض کی انتہاء کے اعتبار سے بھی اس میں مہلت دینا درست

نہیں کیونکہ یہ دراہم کی دراہم کے بدلے ادھار بیع ہوگی اور یہ سود ہے لہذا صاحب ہدایہ کا یہ کہنا کہ یہ درست نہیں ہے اپنی حقیقت پر ہے کیونکہ اس میں لازم نہ ہونا، درست نہ ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ جو چیز درست نہیں ہوتی وہ لازم بھی نہیں ہوتی لہذا ضروری ہے کہ اس میں درست نہ ہونے کا اعتبار کیا جائے اور فتح القدیر میں درست نہ ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ اگر مہلت دینا لازم ہو جائے تو پھر احسان کرنے والے پر احسان کرنا لازم ہو جائے گا اور ہدایہ کی بات کی نہر فائق کی عبارت سے بھی تائید ہوتی ہے جو "قنیہ" سے نقل کی ہے کہ قرض میں مدت مقرر کرنا باطل ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کے اگر قرض اکاؤنٹ کی رقم کو قرض قرار دیا جائے تو بھی اکا ؤنٹ ہولڈر کو اختیار ہے کہ جب چاہے وہ اپنی رقم طلب کرے۔

دوسری وجہ کی تردید: دوسری وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ اکاؤنٹ ہولڈر بینک کو بغرض حفاظت رقم دیتا ہے قرض کی نیت سے رقم نہیں دیتا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکاؤنٹ ہولڈر بینک کو اگرچہ بغرض حفاظت رقم دیتا ہے لیکن اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ رقم بینک کے پاس مضمون ہو۔ یعنی اگر بینک سے یہ رقم ضائع ہو جائے، تو پھر بینک اس کا ضمان ادا کرے تو یہ مقصد اکاؤنٹ ہولڈر کو تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جبکہ کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم کو قرض قرار دیا جائے کیونکہ قرض مضمون ہوتا ہے اور ودیعت مضمون نہیں ہوتی۔[9]

تیسری وجہ کی تردید: تیسری وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ بینک کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم کی حفاظت کے لئے اُجرت وصول کرتا ہے، اگر قرض ہے تو پھر بینک اُجرت کیوں وصول کرتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ بینک کا اُجرت لینا اس رقم کے قرض ہونے کے منافی نہیں ہے۔

چوتھی وجہ کی تردید: چوتھی وجہ یہ بیان کی گئی کہ کرنٹ اکاؤنٹ کی رقوم میں تصرف کے حوالے سے بینک شدید احتیاط کرتا ہے اور بینک اس کو ودیعت سمجھتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست نہیں کیونکہ بینک، کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھی جانے والی رقم کو بھی دوسری رقومات کے ساتھ خلط ملط کر دیتا ہے اور اس کو اپنی ضروریات میں بھی استعمال کرتا ہے اور اس کا ضمان دینے کی وجہ سے بینک اس کو قرض سمجھتا ہے۔[10]

پانچویں وجہ کی تردید: پانچویں وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب اکاؤنٹ ہولڈر رقم واپس طلب کرتا ہے تو بینک فوری طور پر واپس کر دیتا ہے جیسا کہ ودیعت طلب کرتے وقت فوری طور پر واپس کر دی جاتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرض ہونے کی صورت میں بھی یہ بات صادق آتی ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک قرض میں مہلت دینا لازم نہیں

ہے لہذا جب اکاؤنٹ ہولڈر اپنی رقم طلب کرے تو بینک پر لازم ہے کہ وہ اس کا قرض فوری طور پر واپس کرے۔

کرنٹ اکاؤنٹ کے ودیعت ہونے پر پہلے اعتراض کے جواب کی تردید:

کرنٹ اکاؤنٹ کے ودیعت ہونے پر پہلے اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا کہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی جانے والی رقم قرض نہیں ہے بلکہ فقہی اعتبار سے امانت کے حکم میں ہے البتہ رقم رکھوانے والوں نے بینک کو اس کی اجازت دے رکھی ہے کہ وہ رقم دوسری رقوم کے ساتھ ملا کر رکھ دیں اور اگر بینک اس رقم کو اپنی ضروریات میں صرف کرنا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے اور امانت کو استعمال کرنے کی اجازت سے یا اس کو اپنے دوسرے اموال میں خلط ملط کرنے کی اجازت سے وہ رقم امانت کے حکم سے نہیں نکلے گی لیکن فقہی لحاظ سے یہ تطبیق درست نہیں، اس لئے کہ رقم کا مالک جب امانت رکھنے والے کو اس کی اجازت دیدے کہ وہ اس امانت کی رقم کو اپنی رقم کے ساتھ خلط ملط کر دے تو اس صورت میں یہ عقد امانت کی تعریف سے نکل کر "شرکۃ الملک" میں تبدیل ہو جائیگا اور وہ مال مخلوط دونوں کے درمیان مشترک ہو جائے گا جیسا کہ فقہاء نے بھی اس کی تصریح کی ہے، چنانچہ در مختار ہے۔

وكذا لو خلطها المودع بجنسها أو بغيره بماله أو مال آخر وان باذنه اشتركا شركة أملاك كما لو اختلطت بغير صنعه.[11]

اگر مودَع ودیعت کو اس جیسی یا دوسری چیزوں کے ساتھ خواہ وہ اس کا اپنا مال ہو یا دوسرے کا ہو مخلوط کر دے اگر یہ امانت رکھوانے والے کی اجازت سے ہو تو ان دونوں میں شرکت ملک قائم ہو جائیگی جیسا کہ وہ ودیعت کسی چیز کے ساتھ ودیع کے عمل کے بغیر مخلوط ہو جائے۔

اور یہ بات فقہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ مشترکہ مال میں ایک شریک کا دوسرے شریک کے مال پر قبضہ "قبضہ امانت" ہوتا ہے اگر وہ تعدی کے بغیر ہلاک ہو جائے، تو شریک پر ضمان نہیں آئے گا لیکن جو لوگ بینکوں میں رقم رکھواتے ہیں وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہیں گے کہ ہماری رقم پر بینک کا قبضہ "قبضہ امانت" ہو وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ رقم بینک کے ذمے مضمون ہو، اس سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ رقم رکھوانے والے لوگ بھی بینک کے ساتھ امانت کا معاملہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ قرض کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔

کرنٹ اکاؤنٹ کے قرض ہونے کی وجوہ ترجیح: کرنٹ اکاؤنٹ کی شرعی حیثیت ودیعت ہے یا قرض؟ دونوں آراء کی تفصیلی جائزہ لینے کے بعد میرا خیال یہ ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم کو قرض قرار دینا راجح ہے، ودیعت قرار دینا درست نہیں اور قرض ہونے کی وجوہِ ترجیح درج ذیل ہیں۔

پہلی وجہ ترجیح: حضرت زبیر ابن عوامؓ کی روایت سے اس کا قرض ہونا ثابت ہو رہا ہے لہذا قرض ہونے کے بارے میں حدیث سے تائید ہوتی ہے جبکہ ودیعت قرار دینے والوں کے پاس دلیل کے طور پر کوئی روایت نہیں ہے۔

دوسری وجہ ترجیح: فقہی قاعدہ ہے کہ "**العبرۃ فی العقود للمقاصد والمعانی لا للالفاظ والمبانی**" یعنی معاملات میں معانی اور مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے، الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اس فقہی قاعدہ سے کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم کا قرض ہونا راجح ہے کیونکہ اس اکاؤنٹ کے ہولڈر اور بینک دونوں اس رقم کو مضمون سمجھتے ہیں اور مضمون قرض ہوتا ہے، ودیعت مضمون نہیں ہوتی، تو جانبین کے مقصد کے مطابق اس عقد کو قرض قرار دیا جائے گا، اگرچہ الفاظ ودیعت اور امانت کے استعمال کئے جائیں کیونکہ قصد کا اعتبار ہے، الفاظ کا اعتبار نہیں ہے۔

۳سیونگ اکاؤنٹ کی شرعی حیثیت: سیونگ اکاؤنٹ میں رکھوائی جانے والی رقم بھی امانت نہیں ہوتی، بلکہ وہ قرض ہوتی ہے اس لئے کہ اکاؤنٹ ہولڈر ایک ہی وقت میں پوری رقم نکلوانے کا اختیار نہیں رکھتا۔

۴لاکرز Lockers کی شرعی حیثیت: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لاکرز کو بینک سے کوئی شخص کرایہ پر حاصل کرتا ہے اور دونوں کے درمیان کرایہ داری کا معاملہ طے ہوتا ہے اور کرایہ داری کے بعد وہ لاکرز بینک کے پاس ہی بطور امانت موجود رہتا ہے لہذا اس پر امانت کے احکام نافذ ہوں گے۔

مروجہ بینکوں میں رقم رکھوانے کا شرعی حکم جب مندرجہ بالا تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ بینکوں میں رکھی جانے والی رقم قرض ہوتی ہے، اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمانوں کیلئے ان عام بینکوں میں جو سود کی بنیاد پر کام کرتے ہیں، ان میں اپنی رقم رکھوانا جائز ہے یا نہیں؟

مروجہ سودی بینکوں کے فکس ڈیپازٹ اور سیونگ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے کی شرعی حیثیت:

جہاں تک "فکس ڈیپازٹ" اور "سیونگ اکاؤنٹ" کا تعلق ہے تو چونکہ بینک اکاؤنٹ ہولڈر کو اس کی رقم پر منافع بھی دیتا ہے، اور یہ بات طے ہے کہ ان اکاؤنٹس میں رکھی جانے والی رقوم بالاتفاق قرض ہوتی ہیں، لہذا، بینک اکاؤنٹ ہولڈر کو اصلی رقم سے زیادہ جو رقم بھی ادا کرے گا وہ خالصۃً سود ہوگی جس کے جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں، لہذا جو شخص بھی مندرجہ بالا اکاؤنٹس میں رقم رکھواتا ہے وہ بینک کے ساتھ سودی قرض کا معاملہ کرتا ہے جو کہ حرام ہے، لہذا کسی مسلمان کیلئے مندرجہ بالا دونوں اکاؤنٹس میں رقوم رکھوانا جائز نہیں۔

فکس ڈیپازٹ اور سیونگ اکاؤنٹ کے بارے میں بعض علماء کا قول اور اس کی تردید:

موجودہ دور کے بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ ان دونوں اکاؤنٹس میں بھی رقم رکھوانا جائز ہے، لیکن بینک

اس پر جو منافع دے، اس منافع کو اپنی ضروریات میں صرف کرنا جائز نہیں، بلکہ یا تو فقراء پر صدقہ کردے یا نیک کام میں صرف کردے۔ لیکن بعض علماء کا یہ قول درست نہیں اسلئے کہ منافع حاصل کرنے کی غرض سے بینک میں رقم رکھوانا، چاہے اس منافع کو کسی نیک کام میں صرف کرنے کی نیت ہو، تب بھی سودی معاملے کا ارتکاب کرنا ہے اور سودی معاملے کا ارتکاب کرنا نصاً حرام ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ سود کو کسی نیک مصرف میں صرف کرنے کا مشورہ یا حکم اس شخص کو دیا جاتا ہے جس نے نادانی اور شرعی مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے غیر شرعی طریقہ سے معاملہ کیا ہو اور اس کے نتیجے میں اس کو سود کی رقم حاصل ہو چکی ہو، یا اس شخص کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے جو تجارتی اور مالی معاملات میں اب تک شریعت کے احکام کی پابندی کا اہتمام نہیں کرتا تھا جس کے نتیجے میں اس کے پاس سود کی رقم آچکی ہو، اور اب وہ اپنے گناہ سے توبہ کرنا چاہتا ہو تو اس کو یہ کہا جاتا ہے کہ تم ثواب کی نیت کے بغیر یہ رقم کسی نیک مصرف میں صرف کردو۔ لیکن اگر ایک شخص جو شریعت کے احکام کا پابند ہے وہ اگر اپنی رقم سودی اکاؤنٹ میں اس نیت سے رکھوائے کہ جو سود حاصل ہوگا اس کو کسی نیک مصرف میں صرف کروں گا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اس نیت سے گناہ کرے کہ بعد میں توبہ کروں گا، جبکہ ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ گناہ کا ارتکاب ہی نہ کرے کہ بعد میں اس سے توبہ کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

غیر مسلم ممالک میں سودی بینکوں میں رقم رکھوانے کا شرعی حکم:

مندرجہ بالا تفصیل تو مسلم ممالک کے موجودہ عام بینکوں کے بارے میں ہے، جہاں تک غیر مسلم ممالک میں ان بینکوں کا تعلق ہے جن کے مالک بھی غیر مسلم ہیں تو اس کے بارے میں دو قول ہیں:

بعض علماء کا قول: کہ ان بینکوں میں رقم رکھوانا اور اس رقم پر وہ بینک جو منافع دے اس کو لینا جائز ہے۔

بعض علماء کی دلیل: اس کی بنیاد امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول ہے کہ "**يجوز أخذ مال الحربي برضاه**" یعنی کافر حربی کا مال اس کی رضامندی سے لینا جائز ہے، اور یہ کہ مسلمان اور حربی کے درمیان "سود" نہیں ہوتا۔

جمہور علماء کا قول: جمہور علماء نے بعض علماء کے مندرجہ بالا قول کو قبول نہیں کیا، حتی کہ متأخرین حنفیہ نے اس کے مطابق فتوی بھی نہیں دیا، اسلئے کہ ربا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور "ربا" کو نہ چھوڑنے والے کے خلاف اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اعلان جنگ فرمایا ہے۔ لہذا عام حالات میں یہ مناسب نہیں کہ ایک مسلمان ربا کا معاملہ کرے اگرچہ وہ معاملہ کسی حربی کافر کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

سودی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے کا شرعی حکم: سودی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے والے کو بینک کوئی نفع یا سود نہیں دیتا ہے، لہذا اس اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے سے سودی قرض کے معاہدے میں داخل ہونا لازم نہیں آتا، اس حیثیت سے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانا جائز ہے، لیکن بعض علماء کی جانب سے اشکال یہ ہے کہ اگرچہ یہ سودی قرض تو نہیں ہے لیکن اس صورت میں سودی معاملات میں بینک کے ساتھ اعانت تو پائی جارہی ہے، اسلئے کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اس کاؤنٹ میں رکھی جانے والی رقم کو بینک منجمد کرکے نہیں رکھ دیتا، بلکہ بینک اس رقم کو بھی سودی قرضوں میں دے کر اس پر منافع حاصل کرتا ہے، لہذا رقم رکھوانے والا بینک کے ساتھ سودی معاملات میں معاون بن جائے گا۔

اس اشکال کے درج ذیل جوابات ہیں:

جواب نمبر۱ بینکوں کا یہ معمول ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھی گئی تمام رقموں کو اپنے استعمال میں نہیں لاتے، بلکہ اس رقم کی ایک بڑی مقدار اپنے پاس اس غرض سے رکھتے ہیں کہ اس کے ذریعہ رقم نکلوانے والوں کی طلب کو روزانہ پورا کیا جاسکے اور چونکہ بینک کے اندر تمام رقومات ایک ہی جگہ پر ملی جلی رکھی جاتی ہیں اسلئے کسی بھی اکاؤنٹ ہولڈر کیلئے یہ یقین کرنا ممکن نہیں ہے کہ اس کی رقم کسی سودی معاملہ میں لگ چکی ہے۔

جواب نمبر۲ بینک کے پاس رقم لگانے کی بے شمار جگہیں ہوتی ہیں وہ سب کی سب جگہیں شرعا ممنوع نہیں ہوتیں بلکہ ان میں بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں خرچ کرنا اور رقم لگانا حرام نہیں ہوتا۔ لہذا کسی بھی اکاؤنٹ ہولڈر کیلئے یقینی طور پر یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ اس کی رقم اس جگہ پر صرف ہوئی ہے جو شرعا جائز نہیں ہے۔

جواب نمبر۳ غیر سودی قرض کا معاملہ شرعا جائز معاملہ ہے، اور کرنسی کا حکم یہ ہے کہ وہ صحیح عقود میں متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے۔

اور کرنٹ اکاؤنٹ میں جو شخص بھی رقم رکھواتا ہے تو بینک کو قرض دینے کے نتیجے میں وہ رقم اس کی ملکیت سے نکل کر بینک کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے، اب بینک اس رقم میں جو تصرف کرے گا وہ اکاؤنٹ ہولڈر کی ملکیت میں تصرف کرنا نہیں ہوگا بلکہ اس کی اپنی ملکیت میں تصرف ہوگا، لہذا اس تصرف کو اکاؤنٹ ہولڈر کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

جواب نمبر۴ کسی معصیت پر اعانت کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن اس کے بارے میں تفصیل ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے اور اعانت کے

مسئلہ میں جتنی نصوص فقہیہ آئی ہیں ان سب کو اس رسالے میں جمع فرمایا ہے، اس رسالے کے آخر میں اس مسئلہ کا خلاصہ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ:

"انّ الإعانة على المعصية حرام مطلقاً بنص ....كبيع الحديد من أهل الفتنة و أمثالها، فتكره تنزيها"[12]

اعانت علی المعصیت نص قرآن کی رو سے مطلقا حرام ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَى الاثمِ وَالعُدوَانِ"[13] یعنی گناہ اورزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: "فَلَن أَكُونَ ظَهِيرًا لِلمُجرِمِينَ"[14] یعنی میں کبھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا لیکن حقیقت میں اعانت اس کو کہاجاتا ہے کہ معین یعنی مددگار کے عین فعل سے وہ معصیت قائم ہو، یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب یا تو مددگار اعانت کرنے کی نیت بھی کرے یا اعانت کرنے کی تصریح کرے یا اس چیز کے استعمال کو اسی معصیت کے کام کیلئے اس طرح متعین کردے کہ غیر معصیت میں اس کے استعمال کا احتمال باقی نہ رہے۔ لیکن اگر معصیت معین کے عین فعل کے ساتھ قائم نہ ہو تو اس کو حقیقۃ اعانت نہیں کہیں گے بلکہ اس کو معصیت کا سبب کہیں گے۔ اور جن حضرات نے اس پر اعانت کے لفظ کا اطلاق کیا ہے انہوں نے مجازاً کیا ہے، اسلئے کہ یہ صورتاً اعانت ہے حقیقت میں اعانت نہیں جیسا کے السیر الکبیر کے حوالے سے پیچھے گزر چکا۔

پھر سبب کو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ سبب معصیت کی طرف محرک اور داعی ہو تو اس کا سبب بننا حرام ہے جیسا کہ اعانت علی المعصیت جو کہ نص قرآن سے حرام ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "لاتَسُبواالذين يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اِللہ"[15] یعنی ان کو گالی مت دو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، کیونکہ وہ لوگ ناواقفی میں حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ: "فَلَاَ تَخْضَعْنَ بِالقَول"[16] ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا کہ: "لاتَبَرَّجْنَ۔۔۔"[17] اور اگر وہ سبب معصیت کیلئے محرک وداعی نہ ہو بلکہ معصیت تک صرف پہنچانے والا ہو اس کے ساتھ ساتھ وہ اس معصیت کیلئے اس لحاظ سے قریب بھی ہو کہ اس کے ذریعہ معصیت انجام دینے کیلئے فاعل کو کسی تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آئے، مثلا فتنہ پرور لوگوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا یا مثلا شراب بنانے والے کو انگور کا شیرہ فروخت کرنا یا مثلا امرد غلام ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو اس کو بدفعلی کے ارادے سے خرید رہا ہو یا مثلا اس شخص کو مکان کرائے پر دینا جس کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ اس مکان میں شراب کی تجارت کرے گا یا اس مکان کو وہ کنیسہ یہودیوں کی عبادت گاہ بنائے گا یا اس مکان کو وہ

مجوسیوں کی عبادت گاہ بنائے گا۔ ان تمام صورتوں میں فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ بائع کو اور کرایہ پر دینے والے کو زبانی تصریح کے بغیر ان باتوں کا علم ہو جائے، اگر بائع اور کرایہ پر دینے والے کو ان باتوں کا علم نہ ہو تو اس صورت میں وہ معذور سمجھا جائیگا۔ اور اگر بائع اور آجر کو صراحتاً ان باتوں کا علم تھا اس کے باوجود اس نے بیع کر دی یا کرایہ پر دے دیا تو اس صورت میں بائع اور آجر حرام کام پر اعانت کرنے والے ہو جائیں گے۔

اور اگر وہ سبب قریب نہیں ہے بلکہ سبب بعید ہے کہ موجودہ صورت میں اس سے معصیت صادر نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے ذریعہ معصیت کو انجام دینے کے لئے اس میں تبدیلی کی ضرورت پیش آئے گی مثلاً فتنہ پرور لوگوں کے ہاتھ لوہا فروخت کرنا وغیرہ تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔[18] حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک اردو کے مقالے میں اس مسئلہ کو اور زیادہ واضح کر کے بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

اگر "تسبب" کے مفہوم کو مطلقاً سببیت کے لئے عام رکھا جائے تو شاید دنیا کا کوئی مباح کام بھی مباح اور جائز نہ رہے گا مثلاً زمین سے غلہ اور پھل اگانے والا اس کا بھی سبب بنتا ہے کہ اس غلہ اور ثمرات سے اعداء اللہ اللہ کے دشمنوں کو نفع پہنچے، کپڑا بننا، مکان بنانا، ظروف اور استعمالی چیزیں بنانا، ان سب میں بھی یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک نیک اور فاجر ان کو خریدتا ہے اور استعمال کرتا ہے اور اپنے فسق و فجور میں بھی استعمال کرتا ہے اور سبب اس کا ان چیزوں کا بنانے والا ہوتا ہے، اگر اس طرح حرمت کو عام کیا جائے تو شاید دنیا میں کوئی کام بھی جائز نہ رہے اس لئے ضروری ہے کہ سبب قریب اور بعید کا فرق کیا جائے، سبب قریب ممنوع اور سبب بعید مباح ہو۔ مذکورہ مثالیں سب کی سب سبب بعید کی مثالیں ہیں اسلئے وہ جائز رہیں گی۔

پھر سبب قریب کی بھی دو قسمیں ہیں:

ایک سبب جالب و باعث جو گناہ کیلئے محرک ہو کہ اگر یہ سبب نہ ہوتا تو صدور معصیت کیلئے کوئی اور ظاہری وجہ نہ تھی ایسے سبب کا ارتکاب گویا معصیت ہی کا ارتکاب ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے فرمایا ہے کہ **"ایقاع السبب ایقاع للمسبب"** یعنی سبب کا ارتکاب مسبب ہی کا ارتکاب ہے چونکہ ایسے اسباب معصیت کا ارتکاب گویا خود معصیت ہی کا ارتکاب ہے اسلئے معصیت کی نسبت اس شخص ہی کی طرف کی جائے گی جس نے اس کے سبب کا ارتکاب کیا، کسی فاعل مختار کے درمیان میں حائل ہونے سے معصیت کی نسبت اس سے منقطع نہیں ہوگی، جیسا کہ حدیث شریف میں دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دینے والے کے حق میں اپنے ماں باپ کو گالی دینے والا کہا گیا ہے کیونکہ ایسا تسبب للمعصیہ بنص قرآن و حدیث خود ایک معصیت ہے۔

سبب قریب کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ سبب قریب تو ہے مگر معصیت کیلئے محرک نہیں ہے بلکہ صدور معصیت کسی دوسرے فاعل مختار کے اپنے فعل سے ہوتا ہے، جیسے بیع العصیر ممن یتخذ خمرا،یا اجارۃ الدار لمن یتعبد فیھا للأصنام وغیرہ،تو یہ بیع اور اجارہ اگرچہ ایک حیثیت سے معصیت کا سبب قریب ہیں مگر بذات خود جالب اور محرک للمعصیہ نہیں ہیں۔

ایسے سبب قریب کا حکم یہ ہے کہ اگر بیچنے یا اجارہ پر دینے والے کا مقصد مشتری اور مستأجر کی اعانت علی المعصیہ ہو تو یہ خود ارتکاب معصیت اور اعانت علی المعصیہ میں داخل ہو کر قطعا حرام ہے۔اور اگر بیچنے والے اور کرایہ پر دینے والے کا یہ مقصد نہ ہو تو پھر دو صورتیں ہیں:ایک صورت یہ کہ بیچنے والے کو معلوم ہی نہ ہو کہ وہ شخص شیرہ انگور خرید کر سرکہ بنائے گا یا شراب بنائے گا،اس صورت میں تو یہ بیع بلا کراہت جائز ہے،اور اگر بائع کو معلوم ہو کہ یہ شخص شیرہ انگور سے شراب بنائے گا تو اس صورت میں بیچنا مکروہ ہے۔

پھر اس مکروہ کی بھی دو قسمیں ہیں:ایک یہ کہ وہ مبیع کسی تغیر اور تبدیلی کے بغیر بعینہ معصیت میں استعمال ہوتی ہو تو اس صورت میں اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے،دوسری یہ کہ وہ مبیع کچھ تصرف اور تبدیلی کے بعد معصیت میں استعمال ہو سکے گی تو اس صورت میں اس کی بیع مکروہ تنزیہی ہے۔[19]

لہذا مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق بینک میں رکھی گئی رقوم میں غور کیا تو اس سے یہ بات سامنے آئی کہ کسی شخص کا "کرنٹ اکاؤنٹ" میں رقم رکھوانا سودی معاملات کا ایسا محرک نہیں ہے کہ اگر یہ شخص بینک میں رقم نہیں رکھوائے گا تو بینک سودی لین دین کے گناہ میں مبتلاہ نہیں ہو گا،لہذا ایسا شخص سبب قریب کی قسم ثانی میں داخل ہے۔اور عام طور پر بینک میں رقم رکھوانے کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ وہ سودی لین دین میں بینک کی مدد کرے بلکہ عام طور پر اپنی رقم کی حفاظت مقصود ہوتی ہے،اور پھر رقم رکھوانے والے کو یقینی طور پر یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اس کی رقم سودی لین دین میں لگائی جائے گی بلکہ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی رقم کسی جائز اور مشروع لین دین میں لگائی جائے،لیکن بالفرض اگر بینک نے اس کی رقم سودی کاروبار میں بھی لگادی ہو تب بھی کرنسی کا اصول یہ ہے کہ وہ جائز عقود معاوضہ میں متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتی،لہذا سودی معاملات کو "کرنٹ اکاؤنٹ" میں رکھی گئی رقم کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا بلکہ ان معاملات کو اس رقم کی طرف منسوب کیا جائے گا جو اب بینک کی ملکیت ہو گئیں۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانا مکروہ تنزیہی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آج بہت سے جائز معاملات بھی بینکوں کے ساتھ وابستہ ہو چکے ہیں اور ان معاملات کی تکمیل کیلئے

انسان اس بات پر مجبور ہے کہ وہ کسی نہ کسی بینک میں اپنا اکاؤنٹ کھولے۔ چونکہ بینک میں اکاؤنٹ کھولنے کی یہ ضرورت بالکل ظاہر ہے، اس ضرورت کے پیش نظر بینک میں کرنٹ اکاؤنٹ کھولنے کی کراہت تنزیہی بھی انشاء اللہ ختم ہو جائے گی۔

اسلامی بینکوں میں رقم رکھوانے کی شرعی حیثیت: اسلامی بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ کا بعینہ وہ حکم ہے جو عام بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے کا حکم ہے، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ رقم بینک کے ذمہ مالکان کا قرض ہوتی ہے، اور بینک اس رقم کا ضامن ہوتا ہے، اور اس پر قرض ہی کے تمام احکام جاری ہوتے ہیں۔

لیکن اسلامی بینکوں کے "فکس ڈیپازٹ" اور "سیونگ اکاؤنٹ" میں جو رقم رکھوائی جاتی ہے اس کا حکم عام بینکوں کے "فکس ڈیپازٹ" اور "سیونگ اکاؤنٹ" میں رکھی جانے والی رقم سے مختلف ہے، اگرچہ عام بینکوں کے ان اکاؤنٹس میں رکھوائی جانے والی رقوم قرض ہوتی ہیں جو سودی منافع کی بنیاد پر بینک میں رکھوائی جاتی ہیں، لیکن اسلامی بینک سودی منافع کی بنیاد پر کام نہیں کرتے، بلکہ اسلامی بینک ان رقوم کو ان کے مالکان سے شرکت کی بنیاد پر لیتے ہیں کہ اگر منافع ہو گا تو وہ بینک کے ساتھ منافع میں شریک ہوں گے۔ لہٰذا یہ رقم اسلامی بینکوں میں قرض نہیں ہوتی بلکہ عقد مضاربت کا رأس المال ہوتی ہے، اور رقم رکھوانے والا شخص بینک کے منافع میں ایک متناسب حصہ کا مستحق ہوتا ہے، اور اگر نقصان ہو جائے تو اس وقت نقصان میں بھی شریک ہوتا ہے، اور وہ رقم بینک پر مضمون نہیں ہوتی۔ لہٰذا بینک نہ تو اصل رأس المال کا ضامن ہوتا ہے اور نہ ہی منافع کا ضامن ہوتا ہے۔ البتہ اگر بینک کی طرف سے تعدی اور زیادتی پائی جائے بینک تعدی اور زیادتی کے بقدر ضامن ہو گا۔

بینک میں بطور امانت رکھوانے والوں ڈیپازیٹرز اور بینک کے کاروبار میں حصہ دار بننے والوں یعنی ڈائریکٹران اور اسپانسرز اور شیئر ہولڈرز کی حیثیتوں میں فرق ہے، اور وہ یہ کہ بینک اور ڈیپازیٹرز کے درمیان عقد مضاربت ہوتا ہے، جبکہ حصہ داروں کے درمیان آپس میں عقد شرکت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حصہ داروں کو بینک کی عام میٹنگ میں اپنی آواز اٹھانے کا حق بھی حاصل ہوتا ہے گویا کہ حصہ داروں نے اپنا مال اور اپنا عمل دونوں بینک کو پیش کر دیا ہے، چنانچہ شرکاء کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ لیکن ڈیپازیٹرز کو یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ بینک کی عام میٹنگ میں اپنی آواز اٹھائیں اور نہ ہی بینک کے کاموں کی منصوبہ بندی اور اس کو آسان بنانے میں ان کو کسی قسم کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے، بلکہ یہ لوگ اپنی رقم بینک کو پیش کر دیتے ہیں، چنانچہ یہی کیفیت عقد مضاربت میں رب المال کی ہوتی ہے۔

پھر یہ تمام بینک کے شرکاء یعنی شیئر ہولڈرز بحیثیت مجموعی ڈیپازیٹرز کیلئے ان کی امانتوں کے سرمایہ کے تناسب سے ان کے مضارب ہوتے ہیں، لہذا حصہ داروں کا آپس میں تعلق بمنزلہ شرکاء کے ہے اور ڈیپازیٹرز کے ساتھ ان کا تعلق بمنزلہ مضاربت کے ہے، اور اسلامی فقہ میں اس طرح کے دو قسم کے تعلقات کوئی غیر مانوس نہیں ہیں۔ چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر مضارب مال مضاربت کے ساتھ اپنا مال مخلوط کردے تو یہ جائز ہے اور اس صورت میں یہ نصف مال میں مضارب اور نصف مال میں مالک متصور ہوگا۔[20]

خلاصہ بحث: عام روایتی بینکوں کے بینک ڈپازٹس کی شرعی حیثیت: 1۔ فکس ڈپازٹس کی شرعی حیثیت: علماءِ فقہ کا اتفاق ہے کہ فکس ڈپازٹ میں رکھوائی جانے والی رقوم کی شرعی حیثیت قرض کی ہے۔

2۔ کرنٹ اکاؤنٹ کی شرعی حیثیت: کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی جانے والی رقوم کے بارے میں دو رائے ہیں ایک یہ ہے کہ یہ ودیعت ہے دوسری رائے یہ کہ یہ قرض ہے، ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ قرض ہے۔

3۔ سیونگ اکاؤنٹ کی شرعی حیثیت: اس میں رکھوائی جانے والی رقم بھی امانت نہیں ہوتی بلکہ قرض ہوتی ہے۔

4۔ لاکرز کی شرعی حیثیت لاکرز کو بینک سے کوئی شخص کرایہ پر حاصل کرتا ہے، اس شخص اور بینک کے درمیان کرایہ داری کا معاملہ طے ہوتا ہے اور کرایہ داری کے بعد وہ لاکرز بینک کے پاس بطور امانت رہتا ہے لہذا اس پر امانت کے احکام نافذ ہوں گے۔

فکس ڈپازٹس اور سیونگ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے کا حکم:

اس میں اختلاف ہے ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس میں رقم رکھوانا جائز نہیں کیونکہ بینک اس پر سود دیتا ہے۔

غیر مسلم ممالک میں سودی بینکوں میں رقم رکھوانے کا شرعی حکم:

بعض علماء جواز کے قائل ہیں لیکن جمہور علماء اس کو ناجائز کہتے ہیں اور ہمارے نزدیک جمہور کا قول راجح ہے۔

سودی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے کا شرعی حکم: سودی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھنا شرعاً درست ہے کیونکہ اس اکاؤنٹ میں بینک کوئی سود یا نفع نہیں دیتا اور اس اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے سے سودی قرض کے معاہدے میں داخل ہونا لازم نہیں آتا۔

اسلامی بینکوں میں رقم رکھوانے کی شرعی حیثیت: کرنٹ اکاؤنٹ کا حکم اسلامی بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی ہوئی رقم شرعاً قرض ہے جیسا کہ سودی بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ کا حکم ہے۔

فکس ڈپازٹ اور سیونگ اکاؤنٹ کا حکم: اسلامی بینکوں کے فکس ڈپازٹ اور سیونگ اکاؤنٹ میں رکھوائی ہوئی رقم

قرض نہیں ہوتی بلکہ مالِ شرکت و مضاربت ہوتی ہے کیونکہ ان ڈپازٹس میں اسلامی بینک لوگوں سے شرکت اور مضاربت کی بنیاد پر رقم لیتے ہیں۔

حوالہ جات

....

1 محمد باقر الصدر، البنک الاربوی فی الاسلام، کویت، مطبعہ عصریہ، 1407ھ، ص1۔

2 دکتور حسن امین، الودائع المصرفیۃ، مصر، دار الشروق، 2004ء، 244۔

3 مواق، ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم، التاج والاکلیل لمختصر الخلیل، بیروت، دار الفکر، 1398ھ، ج4، ص313۔

4 عثمانی، مولانا محمد تقی، جدید فقہی مقالات، کراچی، میمن اسلامک پبلیکشنز، 2003ء، ج3 ص48۔

5 ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، الصحیح للبخاری، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 2001ء، ج1، ص441۔

6 کمال الدین صدقی، البنوک وسیاستھا المالیۃ، مصر، مکتبۃ النھضۃ، 2006ء، ص31۔

7 الحصکفی، محمد بن علی بن محمد، علاء الدین، الدر المختار، کراچی ایچ ایم سعید کمپنی، 1404ھ، ج5، ص449، 448۔

8 شامی، ابن عابدین، محمد امین، ردّ المختار، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، 1404ھ، ج4، ص158۔

9 محسن شفیق، الوسیط فی القانون التجاری المصری، مصر، مکتبۃ النھضۃ، 1952ء، ص348۔

10 علی جمال الدین، عملیات البنوک من الوجھۃ القانونیۃ، مصر، دار النھضۃ العربیۃ، 1949ء، ص25۔

11 الحصکفی، علاء الدین، الدر المختار، ج5، ص449، 448۔

12 محمد باقر الصدر، البنک الاربوی فی الاسلام، ص93۔

13 حوالہ بالا۔

14 مفتی محمد شفیع، احکام القرآن، کراچی، ادارۃ القرآن، 1407ھ، ج3، ص74۔

15 سورۃ المائدۃ، آیت:2۔

16 سورۃ القصص، آیت:17۔

17 سورۃ الانعام، آیت:108۔

18 مفتی محمد شفیع، جواھر الفقہ، کراچی، ادارۃ المعارف، 1995ء، ج2، ص453۔

19 مفتی محمد شفیع، جواھر الفقہ، ج2، ص242، 240۔

20 السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سھل شمس الائمۃ الامام الکبیر، المبسوط، کراچی، ادارۃ القرآن، 1998ء ج22، ص133۔